کسبِ معاش کا اسلامی نظریہ

جناب ڈاکٹر حافظ محمدؐ سلیم صاحب

انسانی زندگی میں وسائل معیشت، نظمِ معیشت اور کسبِ معاش کو جو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، اس کے پیشِ نظر تاریخ انسانی کے ہر دور میں اس مسئلہ کے حل کے لیے ہمہ نوع اور باہم دگر متضاد نظریات پیش کیے جاتے رہے، جو زمان و مکان کے ساتھ ساتھ بدلتے مٹتے اور تبدیل ہوتے رہے۔

دورِ جدید میں جب علوم کی نوعی تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا تو معاشیات کو ایک الگ علم اور سائنس کی حیثیت حاصل ہوئی، علمِ معاشیات کی تدوین کے موقع پر ماہرین معاشیات نے جب اس کے اصول و قواعد مرتب کیے تو پیداواری عمل کے لیے زمین[1]، محنت[2] سرمایہ[3] اور تنظیم[4] کو یکجا کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا اور اصول وضع کر دیا کہ ان عوامل پیداوار کے مجتمع اور منضبط ہونے کی صورت میں کسی پیداواری عمل کا نتیجہ خیز ہونا ممکن سمجھا جا سکتا ہے۔

اسلام نوع انسانی کے لیے عالم گیر، دائمی، حتمی اور کامیابی کا ضامن لائحہ عمل مہیا کرتا ہے اپنی وسعت ہمہ گیری اور اکملیت کے باوصف اس نے حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کیلیے جو جامع و مانع پروگرام مرحمت فرمایا ہے انہیں معاشی زندگی کے مسائل اور ان کے حل کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

معاشی جد وجہد اور کسبِ معاش کے لیے اسلام کے فراہم کردہ اصولوں میں محنت، اس کی ضرورت و عظمت، سرمایہ اس کا حصول و صرف، زمین اس کی ملکیت، پیداواری صلاحیت اور اس پر محنت کے اصول، مارکٹنگ اور معاشی لین دین میں صداقت و امانت و دیانتداری و راست بازی، حق گوئی و سچائی کی اہمیت اور دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، بلیک مارکٹنگ اور ملاوٹ کی مذمت، رشوت اور سود کی حرمت اور مخربِ اخلاق ذرائع آمدنی

کی حرمت شامل ہے جبکہ معاشرتی زندگی کے حوالہ سے، ہمدردی، غمگساری، ایثار و قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ مختصراً کسبِ معاش کے یہ سنہری اصول جن نقطوں کے گرد گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ ہے عدالت و امانت اور حق گوئی و راست بازی۔

محنت

کسبِ معاش کے حوالہ سے کسی بھی جدو جہد کا آغاز کیا جائے، محنت کو اس میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ اسلام محنت و کوشش اور اس کے ذریعہ حاصل شدہ دولت کو خاص قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

ا۔ مَا اکل احد طعامًا قط خیرٌ ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہ۔

یعنی کوئی شخص اپنی ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی چیز نہیں کھاتا اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے[1]

ب۔ "لان یحتطب احدکم حزمۃ علیٰ ظہرہٖ خیرٌ من ان یسال الناس احدٌ فیعطیہ او یمنعہ"۔

تم میں سے کوئی اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے۔ یہ امر اس سے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے کوئی اسے دے یا نہ دے[2]

ج۔ کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ[3]

خلوص کے ساتھ کام کرنے کی عظمت کے بارے میں فرمایا:

"اذا نفخ العبد سیدہ واحسن عبادۃ ربہ کان لہ اجرہٗ مرّتین"

جو غلام (ملازم) اپنے مالک کا کام خلوص و دیانت سے انجام دے اور اپنے رب کی عبادت بھی محبت و خلوص سے بجالائے اس کے لیے دوگنا اجر ہے[4]

معاشی جدوجہد کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر نگاہ ڈالیں تو کئی ایک تجارتی اسفار جن میں شام بصرہ اور یمن کے تجارتی سفر قابلِ ذکر ہیں، قبل از نبوت زندگی میں ملتے ہیں[5] اسی طرح عرب کے مختلف بازاروں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی مصروفیات

کا ذکر ابن سید الناس نے کیا ہے[6] خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھرپور معاشی جدوجہد فرمائی اور اپنی اس پاک کمائی سے اللہ کی راہ میں صدقہ بھی فرمایا کرتے۔

سرمایہ اور حصولِ سرمایہ

معاشی جدوجہد اور کسبِ معاش کا کوئی بھی عمل دولت (CAPITAL) کے بغیر شروع کرنا اور اسے جاری رکھنا ممکن نہیں بطورِ خاص دورِ حاضر کے معاشی حالات میں اسے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام دولت کو ناپسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ اسے خیر کے لفظ سے تعبیر فرماتا ہے۔

ا۔ "وانہٗ لحب الخیر لشدید"

بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے[7]

ب۔ "وما تنفقوا من خیرٍ یوفّ الیکم"

اور تم مال میں سے جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا ادا کر دیا جائے گا[8]

ج۔ "وما تنفقوا من خیرٍ فإن اللہ بہ علیم"

اور اپنے مال میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ خوب جاننے والا ہے[9]

مگر مال کے حصول میں دیانت و امانت کے اصول کو مرکزی نکتہ کی حیثیت دی گئی ہے تاکہ باہمی مفادات کا احترام و تقدس قائم رہ سکے۔ فرمایا:

ا۔ "یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"

اے ایمان والو اپنے مال آپس میں باطل طریقہ سے مت کھاؤ[10]

ب۔ "واتوا الیتامیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب"

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ردّی چیز کو عمدہ چیز سے تبدیل نہ کرو[11]

ج۔ ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارًا"

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھا جاتے ہیں وہ اپنے شکموں میں دوزخ کی آگ کھا رہے ہیں[12]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من اقتطع حق امرئٍ مسلم بیمینه فقد اوجب الله
له النار وحرم علیه الجنة فقال له رجل وان کان شیئاً
یسیراً یا رسول الله قال وان قضیباً من "

جس نے مسلمان کا حق قسم کے ذریعہ ختم کر دیا اسے بالضرور دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس پر جنت حرام ہوگی ۔ عرض کیا گیا کہ اگر بہت معمولی سی چیز کا معاملہ ہو تو (پھر بھی ایسا ہی ہوگا) فرمایا اگرچہ اراک کے درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔[13]

"من اقتطع شبراً من الارض ظلماً طوقه الله ایاه یوم القیامة
من سبع ارضین"

جس شخص نے ظالمانہ طور پر کسی سے زمین کا کچھ حصہ لے لیا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں کا بوجھ اس کے گلے میں ڈال دے گا۔[14]

من ظلم من الارض طوقه من سبع ارضین ۔

جو کسی کی بالشت برابر بھی زمین ہتھیائے گا اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔[15]

حلال وحرام کی تمیز

پیدائش دولت کے عمل میں ظلم و استبداد کی ظاہری صورتوں کے علاوہ خفیہ اور غیر محسوس طریقوں سے بھی عوام الناس کو ان کے جائز مال سے محروم کیا جا سکتا ہے اسی وجہ سے اکتساب رزق کے عمل کو حلال وحرام دو واضح اصطلاحات سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ جائز ذرائع مثلاً تجارت ملازمت اور محنت وغیرہ سے حاصل کردہ دولت حلال اور اس کے برعکس تمام صورتیں ممنوع اور حرام ہیں ۔ ان صورتوں میں سے ایک کے بارے میں بطور مثال قرآن فرماتا ہے :

واحل الله البیع وحرم الربٰو ۔

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا ہے۔[16]

تجارت تمام جائز وسائل دولت اور ذرائع معاش کو بیان کرتی ہے جبکہ سود ظلم و استحصال کی تمام صورتوں کی نشاندہی کرتا ہے کاروبار تجارت اور کسب معاش کا عمل ہر چند کہ

انتہائی پاکیزہ ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالتجارۃ، فان فیہا تسعۃ اعشار الرزق۔

تجارت کیا کرو اس میں ۹/۱۰ رزق رکھا گیا ہے [۱۷]

"التاجر الصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشہداء"

سچے اور امانتدار تاجر کا حشر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا [۱۸]

مگر تجارت اور تاجر کی اس عزت و توقیر کیساتھ یہ بھی واضح فرما دیا۔

"التجار یحشرون یوم القیامۃ فجاراً الا من اتقی و بر و صدق"

قیامت کے روز تاجر فاسق و فاجر اٹھیں گے۔ مگر وہ نہیں جنہوں نے پرہیزگاری بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا [۱۹]

اسی بنا پر صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب معاش کی ایسی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا ہے جو غیر عادلانہ بنیادوں پر استوار ہوتی ہوں ناجائز منافع خوری کے حوالہ سے فرمایا:

"من احتکر فهو خاطی"

جو شخص گرانی اور مہنگائی کی غرض سے غلّہ (اور دیگر اشیاء صرف) روکتا ہے وہ گنہ گار ہے [۲۰]

"من احتکر علی المسلمین طعامھم ضربہ اللہ بالجذام والافلاس"۔

جو شخص غلّہ کی ذخیرہ اندوزی کرنے کے بعد اسے اسوقت تک مارکیٹ میں نہیں لاتا تاوقتیکہ وہ مہنگا ہو جائے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جذام اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے [۲۱]

بلکہ اللہ کی نگاہ میں ذخیرہ اندوزی کرنے والا بدترین شخص ہے۔

بئس العبد المحتکر ان ارخص اللہ الاسعار حزن وان اغلاھا فرح"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا شخص انتہائی برا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ غلّہ

سستا کر دے تو رنجیدہ ہو جاتا ہے اور مہنگا ہو جائے تو اظہار مسرت کرے[۲۲]
کسبِ معاش میں ایسے ظالمانہ طرزِ عمل کے اختیار کرنے والے کا کوئی نیک عمل بھی بارگاہِ ایزدی میں شرفِ باریابی نہیں پاتا۔ آپؐ نے فرمایا:

من احتکر طعامًا اربعین یومًا ثم تصدق به لم یکن له کفارة"

جس شخص نے چالیس روز تک غلّہ کو مہنگا ہو جانے کی غرض سے روک رکھا اور بعد ازاں صدقہ وخیرات کی شکل میں تقسیم کر دیا اس کے لیے کوئی اجر نہیں[۲۳] بلکہ ایسا شخص اللہ کی نگاہ میں ملعون ولعنتی ہے۔

"عن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون"

تاجر کو اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے[۲۴]
دورِ حاضر میں اہلِ ثروت و دولت اور سرمایہ دار بسا اوقات کسی جنس کو مکمل طور پر مارکیٹ سے خرید کر لیتے ہیں اور بعد ازاں اپنی مرضی سے ان کی رسد طلب میں عدمِ توازن قائم کر کے من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ ایسی تمام صورتیں اسلام کی نظر میں مطلقاً حرام ہیں۔

سود دنیا کے قدیم وجدید معاشروں میں سود کی شکل میں معاشی استحصال صاحبِ ثروت کی طرف سے درست سمجھا جاتا ہے۔ دورِ جدید کی معاشیات نے پورے معاشی ڈھانچے اور کاروباری لین دین کو کچھ اس طرح سے ترتیب دیا ہے کہ "سود" بین الاقوامی سطح کے معاملات میں جزو لاینفک کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ معاشی تعلقات کا کوئی پہلو، انفرادی اجتماعی اور بین الاقوامی سطح پر ایسا نظر نہیں آتا جہاں یہ "لعنت" کینسر کے پھوڑے کی طرح اپنی جڑیں نہ پھیلا چکی ہو۔ مگر اسلامی معیشت اور کسبِ معاش کی اسلامی اقدار میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ اپنی کاروباری زندگی کو سہارا دینے کے لیے سودی لین دین کو جائز سمجھ لے، اللہ کریم جیسی مہربان ذات چونکہ استحصال کو کسی بھی صورت میں پسند نہیں فرماتی لہٰذا معاشی استحصال کو سخت ناراضگی اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے فرمایا:

واحل اللّٰہ البیع وحرم الربٰو[25]

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وذروا مابقی من الرّبٰو ۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود کی باقی (تمام رقم) چھوڑ دو[26]

فان لم تفعلوا فاذنوا بحربٍ من اللّٰہ ورسولہ ۔

اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کیطرف سے اعلانِ جنگ سن لو[27]

شارح قرآن علیہ التحیہ والتسلیم نے انھیں آیاتِ قرآنیہ کی تعمیل میں فرمایا :

الا ان کل ربا من الجاہلیۃ موضوعٌ لکم رؤوس اموالکم لا تَظلِمون، ولا تُظلَمون[28]

سودی معاملات کی مذمت میں فرمایا :

" الربٰو سبعون جزءً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ "

سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں اور اس کا کم تر حصہ یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنی والدہ سے جماع کرے[29]

قرض حسنہ اسلام سودی کاروبار کی بجائے قرضِ حسنہ کا ادارہ قائم کرنے کا خواہاں ہے تاکہ ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کی مناسب طور پر امداد کی جا سکے ۔

اللہ کریم نے قرضِ حسنہ کے لین دین کو اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے اس کی ضرورت و عظمت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا :

من ذالذی یقرض اللّٰہ قرضاً حسنًا ۔

کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دیتا ہے[30]

مالی معاونت و تعاون کی ترغیب دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا " ایک شخص کو جنت کے دروازہ پر لایا جائے گا۔ جب وہ اپنا سر اٹھائے گا تو وہاں لکھا ہوا دیکھے گا کہ صدقہ دینے کا اجر دس گنا اور قرضہ دینے کا اجر اٹھارہ گنا ہے ۔کیونکہ قرض کا تقاضا کرنے والا حقیقی معنوں میں ضرورتمند ہوتا ہے اور جسے صدقہ دیا جا رہا ہے ممکن ہے اسے اس وقت ضرورت نہ ہو[31] مالی معاونت کی اس صورت پر مزید ہدایات دیتے ہوئے فرمایا :

من كان له على رجل حق فمن اخره كان له بكل يوم صدقة

جس کسی پر کسی کا قرض ہو اور وہ اس کے حصول میں تاخیر کرے تو مہلت (کی مدت) کا دن (اس کی طرف سے) صدقہ ہو گا[۳۲]

من انظر معسرًا او وضع عنه اظله الله فى ظله۔

جو شخص مفلس کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے سایہ میں جگہ دے گا[۳۳]

ملاوٹ کسبِ معاش کی جد وجہد کے دوران حصول دولت کی بعض آسان راہیں بھی نکل آتی ہیں جنہیں اسلام قطعًا جائز قرار نہیں دیتا مثلاً اشیاء صرف کی کوالٹی کو تبدیل کر کے گھٹیا شئے کو صحیح داموں میں بیچنا، مدینہ منورہ کی غلہ منڈی سے گزرتے ہوئے آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا:

"ما هذا يا صاحب الطعام قال اصابته السماء يارسول الله قال افلا جعلته فوق الطعام كى يراه الناس——"

من غش فليس منى۔

غلّہ کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈالنے کے بعد آپؐ نے دیکھا کہ نچلی سطح پر گیلی گندم پڑی ہوئی ہے آپؐ نے اس تاجر سے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ بارش کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا گیلی گندم کو اس ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں ڈالا گیا تاکہ لوگ اسے بہ آسانی دیکھ سکیں (یاد رکھیئے) دھوکہ باز میرے دین پر نہیں ہوتا ہے[۳۴]

"المسلم اخو المسلم ولا يحل لمسلم باع من اخيه بيعًا فيه عيب الا بيّنه"

آپؐ نے فرمایا ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر بتائے کسی عیب دار چیز کو اپنے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دے[۳۵]

گراں بازاری | کاروباری زندگی میں بلا جواز قیمتوں کا بڑھانا بھی ایک پرکشش لمر اور حصولِ دولت کا آسان ذریعہ ہے، رحمۃ للعلمینؐ نے اس صورتِ حال پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"عن ابی هریرة نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یبیع حاضر لباد ولا تناجشوا ولا یبیع الرجل علی بیع اخیه ولا یخطب علی خطبة اخیه ولا تسال المرءة طلاق اختها لتکفاء ما فی انائها"

فرمایا شہر والا دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے اور دھوکہ دینے کی غرض سے قیمت مت بڑھاؤ اور کوئی (تاجر) اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام بھیجے اور کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کو طلاق نہ دلوائے کہ اس طرح اس کا لقمہ اپنے منہ میں ڈال سکے[۳۶]

"نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن البخش"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش (یعنی اشیاء صرف کو مہنگے داموں فروخت کرنے کی منصوبہ بندی کرنا) سے منع فرمایا[۳۷]

مخربِ اخلاق معاشی ذرائع | آسان و سہل ذرائع آمدنی میں رشوت کا شمار بھی ہوتا ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ممنوع فرمایا:

"لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی"[۳۸]

جوا، سٹہ، قماربازی، شراب سازی، شراب فروشی، زنا اور محرکِ زنا امور اور دیگر مخربِ اخلاق کام جن سے سوسائٹی کا اخلاقی معیار پست ہوتا ہو اسلام ایسے ذرائع کو وسائل دولت اور کسبِ معاش کے طور پر اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ملاحظہ ہو:

"انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون"

بے شک شراب، جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں، شیطان کی کارستانیاں ہیں، ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاسکو۔[۹۶]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا:

"ان اللہ ورسولہٗ حرّمَ بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر و الاصنام فقیل یا رسول اللہ ارائیت شحوم المیتۃ فانہا یطلی السفن ویدھن بہا الجلود ویستصبح بہا الناس فقال لا ھو حرام ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذٰلک قاتل اللہ الیھود ان اللہ لما حرّم شحومھا جملوہ ثم باعوہ فاکلوا ثمنہٗ"

بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردہ جانور، سؤر اور بتوں کو فروخت کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مردہ جانور کی چربی کے بارے میں آپؐ کا ارشاد کیا ہے؟ جو کشتیوں میں لگائی جاتی ہے اور کھالیں اس سے چکنی کی جاتی ہیں اور لوگ اس کے ساتھ چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں وہ بھی حرام ہے"۔ پھر آپ نے اسی وقت فرمایا "اللہ یہود کو غارت کرے۔ جب ان پر اللہ کی طرف سے چربی حرام کر دی گئی تو انھوں نے چربی کو پگھلا کر بیچ لیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔"[۹۷]

یہاں اس امر پر توجہ دینا ضروری ہے کہ جوا یا سٹہ سے مراد صرف وہی جوا نہیں جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے بلکہ تجارتی کاروبار میں بھی یہ کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے، عہد جاہلیت میں تجارتی جوا کی چند شکلیں بیع ملامسہ، بیع منابذہ اور بیع مصادرہ وغیرہ رائج تھیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا تھا۔ جدید نظام معیشت میں بھی جوا کی یہ صورتیں لاٹری، ریس، سٹہ وغیرہ کے مہذب ناموں کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ جو اسلام کی نگاہ میں ممنوعہ ذرائع معاش میں شمار ہوتی ہیں۔[۹۸]

زناکاری، بطور ذریعۂ معاش اپنائے جانے کے بارے میں آپؐ فرماتے ہیں:

"عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب ومھر البغی وحلوان الکاھن"۔

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زنا کی اجرت اور کہانت کا معاوضہ لینے سے منع فرمایا ہے[۴۲]

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ صاحب نے ان حکمتوں کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے بعض ذرائع معاش اور ان سے اکتساب کو حرام قرار دیا گیا ہے فرماتے ہیں۔

"شریعت میں جوا کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصلاً و حقیقتاً ایک شخص کو بلا وجہ اس کے مال سے محروم کر دینے ہی کی ایک صورت ہے اور ہارنے والے شخص کا سکوت غصہ اور نا امیدی کے ساتھ ہوتا ہے جوا کھیلنے والا سہل پسندی کا عادی ہو جاتا ہے اور کسب معاش کے جائز ذرائع اختیار کرنے اور باہمی ہمدردی و ایثار، جو اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے۔ سے اعراض برتتا ہے، سود کی حرمت کی وجہ بھی یہ ہے کہ سودی کاروبار کے رائج ہو جانے کی صورت میں ہمدردی اور غمگساری اٹھ جاتی ہے اور اس کی جگہ بڑے بڑے جھگڑے اور نفرتیں جنم لیتی ہیں، شراب سازی اور شراب فروشی اور بتوں وغیرہ کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان چیزوں کا کاروبار جائز قرار دے دیا جائے تو اس سے وہ برائی روکنا ممکن نہیں جن کے پیدا ہونے کے احتمال کی وجہ سے انہیں حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ شراب پینے کے لیے اور بت پرستش کے لیے بنایا جاتا ہے۔ لہذا جب یہ امور حرام ہیں تو ان کی بیع بھی حرام ہونی چاہیے[۴۳]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان اللہ اذا حرّم شیئًا حرّم ثمنہ"

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام کیا ہے اس کی قیمت کو بھی حرام فرمایا ہے۔

بخاری شریف کی مذکورہ حدیث میں زنا کی اجرت کو خبیث ناپاک اور حرام فرمایا گیا ہے

اس ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ " زنا کی اجرت خبیث ہے اور آپؐ نے کاہن کو اجرت دینے اور مغنیہ کے کسب سے جو منع فرمایا ہے اس کی دو حکمتیں نظر آتی ہیں، ایک تو یہ کہ ممنوعہ کسب معاش کے اختیار کرنے میں لوگوں کو معصیت کی طرف ترغیب ملتی ہے اور دوسرا یہ کہ ملاءِ اعلیٰ میں ایسے شخص کی حیثیت مبیع کے خصائل و اثرات کی حامل سمجھی جاتی ہے[۴۴]"

قرآن وحدیث کے ان نظائر کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا کہ فلم سازی، فلم فروشی، وی۔سی۔آر کے ذریعہ مخرب اخلاق لٹریچر کی ترویج و اشاعت سٹیج اور ٹی۔ وی ڈرامے۔ کلب اور تھیٹر، ڈانسنگ، مصوری اور غیر اخلاقی پنٹنگ اور دیگر مخرب اخلاق جن سے قوم اور مسلمان نسل کا اخلاقی اور روحانی معیار و وقار متاثر ہوتا ہو، اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں ایسے معاشی ذرائع ناجائز ہیں۔

زمین کسبِ معاش کا ہمیشہ سے ایک باوقار، قدرتی ذریعہ رہی ہے۔ زمانۂ قدیم میں عام طور پر زمین کو پیداواری کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا صنعتی ترقی کے بعد جب سے زمین بنیادی عوامل پیداوار میں شامل ہوئی ہے، اس کی اہمیت و حیثیت میں تنوع آچکا ہے۔ زرعی پیداوار حاصل کرنے کے علاوہ زمین تمام صنعتی یونٹوں، کارخانوں، فیکٹریوں، تنظیمی اداروں اور دفاتر کے قیام میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زمین کے بغیر دورِ جدید کی ترقی۔ عملاً ناممکن ہو کر رہ جاتی۔

زمین کے حوالے سے اسلام کی بنیادی تعلیم اور فکر یہ ہے کہ یہ اللہ کریم کی ملکیت ہے۔

"للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض"

اللہ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے[۴۵]

"لہٗ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وکفی باللہ وکیلاً"

اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے[۴۶]

"وللہ ملک السمٰوٰتِ والارض وما بینھما یخلق ما یشاء"

اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے[۴۷]

رب العالمین نے اپنی مخلوق کی ضروریات کی تخفیل وتکمیل کے لیے جو نظام مرتب فرمایا ہے زمین اس میں ایک اہم اور بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور تقریباً تمام قسم کی غذائی ضروریات کی فراہمی کا آغاز کسی نہ کسی صورت میں زمین ہی سے ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے اپنی مخلوق کے استفادہ کے لیے اپنی "ملکیت زمین" کو مخلوق کی "عارضی ملکیت میں دے دیا ہے حقیقی و دائمی مالک تو وہ خود ہے، زمیندار خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اس کی حیثیت ایک امانتدار کی سی ہے۔ اسلیے اللہ کریم نے زمین کو کسب معاش کے طور پر اختیار کرنے میں جو بنیادی تعلیم دی ہے وہ ہے "عدل و احسان" اس اصول کی وضاحت ہمیں ان نظائر حدیث رسول علیہ التحیۃ والتسلیم سے ملتی ہے جن میں آپؐ نے مزارعت کے جواز اور عدم جواز کے احکامات بیان فرمائے ہیں۔

"رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ ظہیر نے بیان کیا کہ آپؐ نے ہمیں اس چیز سے منع فرمایا جو ہمارے لیے فائدہ کا باعث تھی۔ میں نے کہا جو کچھ آپؐ نے منع فرمایا حق ہے۔ ظہیر نے کہا مجھے آپؐ نے بلا کر فرمایا تم کھیتوں کا کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہم چوتھائی چند وسق کھجور اور جَو پر کرایہ پر دے دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔

"ازرعوها او ازراعوها او امسکوها قال رافع سمعاً وطاعة"۔

بلکہ یا خود کاشت کرو۔ یا کاشت کے لیے دے دو یا روکے رکھو[۸۹]

"عن جابر بن عبد اللهؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کانت له ارض فلیزرعها فان لم یزرعها فلیزرعها اخاه"۔

فرمایا جس شخص کے پاس زمین ہو اسے چاہیے کہ خود کاشت کرے اگر خود کاشت نہیں کرتا تو اپنے بھائی کو دے دینی چاہیے[۹۰]

"عن جابر بن عبد الله قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یوخذ لارض اجر و" او حظ"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ زمین کے ذریعہ

سے عوض یا اجارہ کا فائدہ اٹھایا جائے[50]

جوازِ مزارعت کے بارے میں آپؐ کے احکامات بھی بہت واضح ہیں۔ فرماتے ہیں:

"عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامل اھل خیبر بشطر ما یخرج منہا من ثمر او زرع"

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو پیداوار میں سے نصف کی ادائیگی پر کاشت کرنے کی اجازت دے دی[51]

"عن معاذ بن جبل اکری الارض علیٰ عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان علی الثلث والربع فھو یعمل بہ الیٰ یوم ھذا"

معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر، عمر اور عثمان رضوان اللہ علیہم کے عہد سے آج تک زمین تہائی یا چوتھائی پر بٹائی پہ دی جاتی ہے[52]

"عن سعد بن ابی وقاص المزارع فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یکرون مزارعھم"

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ زمانہ نبوت میں لوگ اپنی زمینیں کرایہ پہ دیا کرتے تھے[53]

مذکورہ بالا احادیث میں بظاہر واضح تضاد نظر آتا ہے مگر حقیقت یہ ہے جواز اور عدمِ جواز دونوں میں عدل و احسان کی بالادستی قائم کرنا مقصود ہے جیسا کہ کبار صحابہ کرامؓ کے بعض روایات و آراء سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو اجارہ پر دینے کو (مطلقاً) ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ یہ پسند فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کو حسنِ سلوک کے طور پہ بغیر معاوضہ دے دی جائے[54]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں کیا مگر یہ ترغیب دی کہ باہم حسنِ سلوک اور رفق کا معاملہ کریں، لین دین کا معاملہ اس بارہ میں نہ کریں[55]

دورِ حاضر میں پائے جانے والے نواب، جاگیردار اور زمیندار جو سینکڑوں مربع اراضی کے مالک ہیں اور زمین کو خود کاشت کرنے یا بٹائی پہ دینے کی بجائے، بعض خاندانوں سے نسلاً در نسلاً اپنی زمینوں پر غلاموں کی حیثیت سے کام کروا رہے ہیں اور ان خاندانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں ان کا یہ رویہ اسلام کے مزاج سے مناسبت نہیں رکھتا، کتاب الخراج اور کتاب الاموال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے بہت سے آثار ملتے ہیں کہ آپؓ نے غلام مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر تقسیم زمین سے متعلق بعض خصوصی اصلاحات جاری فرمائیں[۵۶]

علاوہ ازیں اللہ کی زمین سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اللہ کے حکم پر خمس و عشور کی ادائیگی بھی کسبِ معاش کے اسلامی اصولوں میں شامل ہے۔

تنظیم اور آرگنائزیشن

معاشی پیداوار کا ایک اہم اور حساس مرحلہ انتظامی یونٹ کو جو کلیدی حیثیت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر انتظامی تربیت فراہم کرنے کیلئے۔ ایم۔ پی۔ اے، ایم۔ بی۔ اے، آئی۔ سی۔ ایم۔ اے، سی۔ اے اور دیگر بہت سے کورسز پیش کیے جا رہے ہیں۔ ایک منتظم جو بطور سیکرٹری ادارہ، ڈائریکٹر جنرل، مینجنگ ڈائریکٹر، جنرل مینیجر، مینیجر یا کسی بھی انتظامی حیثیت میں کام کر رہا ہو، اس کے لیے اسلام نے راہنمائی کا جو شیڈول فراہم کیا ہے اس کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ کسی بھی پیداواری اور انتظامی یونٹ کا سربراہ جو اس عہدہ کو کسب معاش کے طور پر بطور ملازم یا مالکانہ حیثیت میں اختیار کرتا ہے ایسے صاحبِ تقویٰ ہونا چاہیے۔

اللہ کریم ہمیں زندگی کے تمام پہلوؤں میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ

تاکہ معاشی عمل خوفِ خدا کے احساس کے ساتھ جاری رہے[۵۷]

۲۔ منتظم کے لیے عادل و منصف ہونا بھی اسلام کی نظر میں بہت بڑی ضرورت ہے تاکہ اکتسابِ معیشت کے دوران عدل و انصاف کا دامن ہاتھ چھوٹنے نہ پائے۔

۳۔ آجر اور ڈائریکٹر کے لیے پروڈکشن کے معیار کو قائم رکھنا کہ خریداروں تک صحیح اور معیاری پیداوار پہنچ سکے۔ صاحبِ دیانت و امانت ہونا بھی ازبس ضروری ہے۔

۴۔ کاروباری معاہدوں کو ایفائے عہد کے مطابق نبھانا بہت ضروری ہے حکم عام ہے:

یا یہا الذین امنوا اوفوا بالعقود[۵۸]

بہت بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ سودے اور قیمتیں طے پا جانے کے بعد انھیں منسوخ کرنا قیمتیں بڑھانا قطعاً جائز و مناسب نہیں کہ

لا دین لمن لا عہد لہ

۵۔ ایک منتظم کے لیے "اخلاق و معیشت" کے باہمی تعلق و ربط کو قائم رکھنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ مزدوروں۔ ورکروں، ملازموں اور عام خریداروں کے مفادات کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔

۶۔ ماپ، تول اور اوزان کے معیار کو درست رکھنا بھی ایک منتظم کے فرائض میں داخل ہے' کیونکہ ایسا نہ کرنا مالکِ حقیقی کی ناراضگی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

ویل للمطففین ہ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون ہ

واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون ہ

خرابی ہے کم تولنے والوں کے لیے کہ جب لوگوں سے لیں پورا ماپ کر لیں اور جب لوگوں کو دیں تو کم کرکے دیں۔

۷۔ کاروباری نظم کے دوران حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کو یقینی بنانا بھی منتظم کے فرائض میں داخل ہے اسے اپنے ادارے میں نماز، روزہ کے قیام اور خمس، عشر زکوٰۃ اور رائج الوقت ٹیکسوں کی ادائیگی کا پورا اہتمام کرنا ہوگا۔

۸۔ معاشی یونٹ کے سربراہ کے لیے صاحبِ اخلاق ہونا بھی ضروری ہے کہ اس سے مارکیٹ میں خوشگوار ماحول پیدا ہوتا ہے اور آجر و آجیر اور خریدار و دکاندار رحمتِ الٰہیہ کے حقدار ٹھہرتے ہیں

رحم اللہ رجلاً سمحاً اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی[۶۰]

کسبِ معاش کے مذکورہ اصول اگر ہماری زندگی میں داخل ہو جائیں تو بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ معاشرہ غربت و افلاس اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کے چنگل سے آزاد ہو کر عدل اجتماعی کی منزل کو پا سکے۔

وصلی اللہ علی النبی الامی وعلی الہ وصحبہ وسلم کثیراً کثیراً۔

مراجع و مصادر

۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب البیوع۔ کراچی، قدیمی کتاب خانہ، ۱۹۶۱ء، ۱/ ۲۷۸

۲۔ بخاری۔ کتاب البیوع، ۱/ ۲۷۸

۳۔ خطیب تبریزی، ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، کراچی، سعید اینڈ سنز، ۷۱۲

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری، کتاب العتق۔ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳/۱۹۵

۵۔ زرقانی۔ شرح مواہب، ۱/۹۹

۶۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی۔ ۱/ ۱۹۸

۷۔ القرآن، العادیات / ۸

۸۔ البقرہ / ۲۷۲

۹۔ البقرہ / ۲۷۳

۱۰۔ النساء / ۲۹

۱۱۔ النساء / ۲

۱۲۔ النساء / ۱۰

۱۳۔ مسلم بن حجاج۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان۔ لاہور، نعمانی کتب خانہ، ۱/ ۲۲۹

۱۴۔ صحیح مسلم، کتاب المزارعہ، ۴/ ۲۳۵

۱۵۔ بخاری۔ کتاب فی المظالم و الغضب، دار احیاء التراث العربی، ۳/ ۱۷۰

۱۶۔ البقرہ / ۲۷۵

۱۷۔ علی المتقی، کنز العمال، ۱۹۲/۲

۱۸۔ ملاحظہ ہو۔ ترمذی، ابواب البیوع

۱۹۔ ترمذی، ابواب البیوع، مشکوٰۃ المصابیح۔ باب المساہلۃ فی المعاملہ، کراچی سعید اینڈ سنز

۲۰۔ صحیح مسلم۔ کتاب المساقاۃ

۲۱۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ کتاب التجارت، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۷۲۸/۲

۲۲۔ مشکوٰۃ، ۳۰/۲

۲۳۔ مشکوٰۃ، ۳۱/۲

۲۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارت ۷۲۸/۲

۲۵۔ البقرہ / ۲۷۵

۲۶۔ البقرہ / ۲۷۸

۲۷۔ البقرہ / ۲۷۹

۲۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، ملتان ۱۳۹۹ھ ۲۴۹/۲

۲۹۔ مشکوٰۃ، ۱۶/۲

۳۰۔ البقرہ / ۲۴۵

۳۱۔ محمد اکرم خاں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء
ص/۲۲۲ (انگریزی مجموعہ احادیث متعلقہ معاشیات)۔

۳۲۔ مشکوٰۃ، ۳۷/۲

۳۳۔ مشکوٰۃ، ۳۲/۲

۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان ۹۹/۱۰ (باب من غش فلیس منا)

۳۵۔ ابن ماجہ، کتاب التجارۃ بیروت، ۷۵۵/۲

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، باب تحریم الظلم، ۱۹۹۷/۴ء (دارالفکر، بیروت ایڈیشن)

۳۷۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، ۹۱/۳

۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، ۳۲۶/۳

۳۹ ۔ المائدہ / ۹۰
۴۰ ۔ تجرید البخاری، کتاب البیوع، ص / ۴۱۹
۴۱۔ غفاری نور محمد ۔ اسلام کا قانونِ تجارت، لاہور۔ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ص / ۲/ ۷
۴۲۔ تجرید البخاری، کتاب البیوع ۔ ص / ۴۱۹
۴۳۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ ۔ ص / ۵۲۷
۴۴۔ ایضاً ۔ ص ۳۲ ۔ ۵۲۷
۴۵۔ البقرہ / ۲۸۴
۴۶۔ النساء / ۱۷۱
۴۷۔ المائدہ / ۱۷
۴۸۔ صحیح بخاری، کراچی، سعید اینڈ سنز: ۱۹۶۰، ۱/ ۸۱۰
۴۹۔ صحیح مسلم، باب کراء الارض، دہلی، اصح المطابع ، ۲/ ۱۱
۵۰۔ بخاری، ابواب الحرث والمزارعۃ، کراچی، ص / ۳۱۳
۵۱۔ بخاری ، ابواب الحرث والمزارعۃ، ۱/ ۸۰۷
۵۲۔ محمد اکرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اسلام آباد، ۱۹۸۹، ص ۔ ۵۴ (انگریزی ایڈیشن)
۵۳ ۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ملتان، ص / ۲۵۲ بحوالہ، ابوداؤد، نسائی شریف
۵۴۔ بخاری، باب المزارعہ ، ۱/ ۸۱۱
۵۵۔ اسلام کا اقتصادی نظام ۔ ص / ۲۵۴
۵۶۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، بیروت دارالموفہ، ۱۹۷۹ ۔ ص / ۵۸، ابوعبید کتاب الاموال ۔
اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی ص / ۸۱
۵۷۔ آلِ عمران / ۱۰۲
۵۸۔ المائدہ / ۱
۵۹۔ مطففین / ۳ - ۱
۶۰۔ بخاری، کتاب البیوع ص / ۲۷۸ (قدیمی کتب خانہ کراچی)